سخنان

ہندوستان میں امامیہ مدارس وجامعات کی زبوں حالی

۳۱؍مارچ ۲۰۰۷ء کو روزنامہ راشٹریہ سہارا کا ''دینی مدارس نمبر'' نظر سے گذرا جس میں برادران اہلسنت کے طلباء وطالبات کے مدرسوں اور جامعوں کے تذکرے اور عمارتوں کی تصویریں اور مدارس کے سلسلے میں تحقیقی وتجویزی مضامین شائع ہوئے ہیں لیکن امامیہ مدارس میں سے پورے ہندوستان سے صرف بہار کے ایک مدرسہ کا تذکرہ ہے اور وہ ہے ''مدرسہ سلیمانیہ'' پٹنہ سٹی، مدرسہ کی ایک عدد تصویر ہے اور مدرسہ کا مختصر سا تذکرہ اس کے علاوہ پورے ہندوستان میں کسی عربی مدرسے کا کوئی ذکر نہیں البتہ مولانا سید محمد جعفر رضوی پرنسپل مدرسہ سلطان المدارس والجامعۃ السلطانیہ کی تصویر اس عبارت کے ساتھ چھپی ہے کہ ''یہ معلوم ہوکر کہ آپ اپنے موقر جریدے ''راشٹریہ سہارا اردو'' سے ''مدارس عربی'' پر ایک عظیم نمبر نکال رہے ہیں واقعی یہ اہم نمبر ہوگا'' اور مولانا کے اتنے مختصر سے بیان کے بغل میں دارالعلوم سید المدارس امروہہ کی طرف سے ایک اشتہار شائع ہوا ہے جس میں خمس، زکوٰۃ، امام ضامن، چرم قربانی، فطرہ وغیرہ کا مطالبہ طریقہ امداد کے ذیل میں درج ہے۔

ہائے افسوس

ایک زمانہ ہندوستان میں شیعیت کا وہ تھا کہ فقہاء وعلماء ومحدثین کثرت سے تھے عراق وایران کے مراجع، اجتہاد واستنباط میں جب الجھ جاتے تھے تو ہندوستان کے مراجع ومجتہدین سے رجوع کرتے تھے۔ نواب سعادت علی خاں کا مقبرہ اور امام باڑہ آصفی حوزۂ علمیۂ ہند تھے سطحیات سے لے کے درجۂ اجتہاد تک درس دینے والے علماء وفقہاء کی تعداد سو سے زیادہ اور طالب علموں کی تعداد ہزاروں کی تھی اور پاٹا نالہ کے نزدیک طالبات کی تعلیم کے لئے جامعہ تھا جہاں علماء نہیں، عالمات فقہ واصول کا درس دیتی تھیں۔ یہ زمانہ نواب آصف الدولہ کے عہد سے نواب واجد علی شاہ کے عہد تک کا ہے جس میں نواب امجد علی شاہ کا عہد تو تاریخ شیعیت میں سب سے نمایاں ہے یہ سچ ہے کہ ہندوستان میں شیعیت کی تاریخ پر فقہاء وعلماء کے علاوہ سرفراز الدولہ نواب حسن رضا خاں اور نواب امجد علی شاہ کے بڑے احسانات ہیں۔ ایران نے ابھی چند سال پہلے ولایت فقیہ کا فلسفہ پیش کیا اور منوایا مگر ہندوستان میں تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے اودھ میں ولایت فقیہ کا مسئلہ طے ہوگیا تھا اور مراجع وفقہاء حکمران تھے اور یہی وہ زمانہ تھا جب لکھنؤ کی تمام مسجدیں اور عزاخانے مدارس کی صورت اختیار کئے ہوئے تھے۔ مسافر جس مسجد یا امام باڑے میں جاتے تھے کچھ نہ کچھ درس لے کر اپنے وطن کو واپس ہوتے تھے۔ انگریزوں کی سازش اور ظلم سے جب یہ نظام درہم برہم ہوگیا بلکہ اودھ کی حکومت بھی ختم ہوگئی تو ایک خراب زمانہ آیا لیکن کچھ مخیر دیندار رؤسا آگے بڑھے کسی نے جامعہ ناظمیہ تعمیر کروایا اور کسی نے جامعہ سلطانیہ، کسی نے جامعہ اسلامیہ کی بنا رکھی تو کسی نے جامعہ ایمانیہ کی اور لکھنؤ کے جامعہ ایمانیہ ہی کی ایک شاخ کی صورت میں بنارس میں علامۂ کنتوری کی تحریک سے جامعہ ایمانیہ قائم ہوا اور پھر شاید تھوڑے ہی عرصہ میں فقہائے لکھنؤ کی تائید سے بہار میں مدرسہ سلیمانیہ، جونپور میں مدرسۂ ناصریہ، میرٹھ میں مدرسہ منصبیہ اور فیض آباد میں مدرسہ وثیقہ قائم ہوئے اگر چہ اب معلومات کی کمی یا مفاد ذاتی اور کنبہ پروری کی وجہ سے ہر جامعہ اور ہر مدرسہ کی تاریخ غلط پیش کی جارہی ہے۔ محرک کوئی تھا نام اب کسی کا دیا جارہا ہے، بانی

دوکانیں یا کاروبار بنے ہوئے ہیں ان لوگوں کے جنھیں صدر، سکریٹری، مسئول، ناظم، متولی، مینیجر یا پرنسپل کے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے۔

محرم ہی سے اردو روزنامہ ''راشٹریہ سہارا'' میں یہ اعلان کیا جارہا تھا کہ ''مدارس نمبر'' شائع ہونے والا ہے مضامین کا مطالبہ بھی تھا، برادران اہلسنت نے اپنے جامعوں کی تاریخیں اور تصویریں اشاعت کے لئے بھیج دیں لیکن امامیہ مدارس سے اپنے اور اپنے کنبے کا پیٹ پالنے والے افراد اخبار کے اعلانات کو پڑھتے ہی رہے۔ مدرسۂ سلیمانیہ بہار کے ارکان لائق مبارکباد ہیں۔ یوں تو ہندوستان میں شاید سو سے زائد ایسے شیعہ مدارس ہیں جن میں ہاسٹل بھی ہیں جن میں سے مجھے جن مدارس کے بارے میں معلومات ہے وہ اتر پردیش کے مدارس ہیں جن میں خاص نام جن مدارس کے لئے جاسکتے ہیں وہ جامعہ ناظمیہ لکھنؤ اور جامعہ سلطانیہ لکھنؤ ہیں۔ یہ ایسے جامعے ہیں جن میں نجم الملتؒ، مفتی سید احمد علیؒ، باقر العلومؒ، ہادیؒ الملۃ وغیرہم کے عہد میں فقہ واصول کی اعلیٰ تعلیم ہوئی ان کے علاوہ جامعہ ایمانیہ بنارس، جامعہ ناصریہ جونپور، جامعہ منصبیہ میرٹھ، جامعہ وثیقہ فیض آباد میں بھی تعلیم کا بہتر نظام تھا۔ مذکورہ مدارس کے شاید کچھ زمانے کے بعد جامعہ جوادیہ بنارس قائم ہوا یہ بھی مولانا ظفر الحسن صاحب قبلہ کے دم سے معیاری رہا۔

ماضی قریب میں تنظیم المکاتب کے بانیان نے ایک عربی مدرسہ ''جامعہ امامیہ'' کے نام سے دفتر تنظیم المکاتب کے متصل گولہ گنج میں قائم کیا۔ پھر تنظیم المکاتب کے بانیان نے لڑکیوں کے لئے ایک مدرسہ، زہراء کالونی بڑا باغ مفتی گنج میں جامعۃ الزہراء کے نام سے قائم کیا بلڈنگ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے بلکہ ادھر اس کی ایک عمارت اور بھی تیار ہورہی ہے اسی کے تحت عین اللہ آئی کلینک بھی چل رہا ہے خبر ہے کہ غیر ملکی مخیر حضرات کے دم پر لڑکیوں کے یتیم خانہ کا منصوبہ بھی تنظیم کے موجودہ عہدیداروں کے سپرد ہے۔ اگرچہ کچھ یتیم لڑکیوں کی مالی مدد آل انڈیا شیعہ کانفرنس کے قومی گھر کی آمدنی سے مکفّن شیعہ کانفرنس حسنین عابدی صاحب بھی جیسے تیسے کررہے ہیں۔

ماضی قریب میں تعمیر ہونے والے مدارس میں وسعت اور تعمیر کے اعتبار سے اگر سب سے اچھا کوئی جامعہ تھا تو وہ مدینۃ العلوم علی گڑھ بلکہ قدیم وجدید شاید تمام مدارس میں سب سے بہتر عمارت اسی کی ہے اور اس کے بانیان میں ڈاکٹر مولانا کلب صادق صاحب اور پروفیسر علامہ علی محمد نقوی صاحب ہیں لیکن خدا جانے کن وجوہ سے وہ جامعہ بیٹھ گیا اور اب انگریزی اسکول میں تبدیل ہوگیا ہے۔ کاش دینی تعلیم پر خصوصی توجہ دی جاتی اور جیسا ہوگیا ویسا نہ ہوتا۔

یہ تو درجنوں عربی کالجوں میں سے صرف چند مدرسوں کا ذکر ہے لیکن سوال پھر اپنی جگہ پر باقی ہے کہ آخر سہارا کا ''مدارس نمبر'' ہمارے مدرسوں کے ذکر سے کیوں خالی رہا۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ وہ اس کی وجہیں تلاش کریں بلکہ وہ اسباب ہمیں بھی تحریراً بتائیں تاکہ ہم قوم کے ہمدرد افراد کے آرا سے قوم کو آگاہ کرسکیں کیونکہ یہ مدارس قوم کے سرمایے سے بنے ہیں اور قوم ہی کی مالی مدد سے چل رہے ہیں پھر بھی قوم کو ارکان مدارس کی وجہ سے سبکی وتوہین کا مسلسل سامنا کیوں کرنا پڑ رہا ہے؟

آخر میں ہم تسکین وتسلی قوم وملت کے لئے یہ ضرور لکھیں گے کہ خدا کا شکر ہے کہ ہم صرف ان سو دو سو مدرسوں تک محدود نہیں ہیں بلکہ ہمارا تو ہر عزاخانہ اسلامک کالج یا مدرسۂ زینبیہ ہے اور شاید اس اعتبار سے امامیہ مدارس کی تعداد طے کرنا ہندوستان کیا اس کے کسی صوبہ میں بھی مشکل کام ہے۔ کاش ان مکاتب ہی کا نظام معصومین علیہم السلام کی سیرت اور نائبین امامؑ کی مرضی کے مطابق چلے تاکہ ہم اپنی عزائی طاقت کا بھرپور مظاہرہ کرکے سماج سماج اور قوم قوم ظلم وناانصافی کا خاتمہ کرکے ایک علمی وانسانی معاشرہ تشکیل دے سکیں۔

(ادارہ)